© rasailojaraid.com

پروفیسر یوسف جلیل

کرسچین سٹڈی سنٹر - راولپنڈی کے مجلّہ "المشیر" کے سابق مدیر اور ناشر پروفیسر یوسف جلیل ۲ نومبر ۱۹۹۷ء کو وطن سے دُور ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں انتقال کر گئے۔ پروفیسر یوسف جلیل نومبر ۱۹۱۳ء میں سرگودھا میں پیدا ہوئے تھے، جہاں اُن کے والد چوہدری نواب دین ایک انگریز زمیندار مسٹر بیلی کی زمینوں پر کام کرتے تھے۔ بعد ازاں جب ضلع ساہیوال میں مسیحی برادری آباد ہوئی تو اُن کا خاندان ۱۹۱۴ء میں چک نمبر ۵۸/۴ - پی چلا گیا، بعد میں چک ۱۱/۸ - ایل میں مستقل سکونت اختیار کر لی۔ یوسف جلیل نے مقامی مڈل سکول اور ساہیوال کے تعلیمی اداروں میں اکتسابِ علم کیا اور شعبۂ تدریس سے وابستہ ہو گئے۔ اپنی محنت، لگن اور خداداد صلاحیتوں سے اُنھوں نے یکے بعد دیگرے فارسی، اُردو، اسلامیات اور عربی میں ایم - اے کی اسناد حاصل کیں۔ لکھنے پڑھنے سے اُن کی یہی دلچسپی تھی کہ سیالکوٹ سے ایک رسالہ "خزینۂ ادب" جاری کیا۔

قیامِ پاکستان کے بعد یوسف جلیل گورڈن کالج - راولپنڈی سے بطور استاد وابستہ ہو گئے۔ کالج کے پرنسپل ڈاکٹر کمنگز اور ڈاکٹر عبدالقیوم ڈسکوی اُن کی صلاحیتوں کے معترف تھے۔ راولپنڈی سے اُنھوں نے ماہنامہ "المشیر" جاری کیا جو "کرسچین سٹڈی سنٹر" قائم ہونے پر اِس کا ترجمان بن گیا (۱۹۶۹ء) اور یوسف جلیل ہی اسے مرتّب کرتے رہے۔ "المشیر" اُسی دور سے انگریزی اور اُردو حصّوں میں منقسم چلا آ رہا ہے۔ وہ "المشیر" کے اُردو حصّے کا اداریہ "شعلہ و شبنم" کے عنوان لکھا کرتے تھے۔ (بعد ازاں جب عبدالقیوم ڈسکوی نے یہ ذمہ داری سنبھالی تو اُنھوں نے "شعلہ و شبنم" کی جگہ سادہ لفظ "اداریہ" کافی سمجھا۔) کچھ عرصے بعد گورڈن کالج سے ریٹائرمنٹ لے کر مکمل طور پر کرسچین سٹڈی سنٹر سے وابستہ ہو گئے۔ اسی عرصے میں "اسلامی فقہ" پر مقالہ لکھ کر غالباً کراچی یونیورسٹی سے ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی تھی۔ "کرسچین سٹڈی سنٹر" کی علمی و تحقیقی سرگرمیوں میں پیش پیش رہے۔ مسیحی الہٰیات کے ساتھ مسلم - مسیحی مکالمے اور پاکستانی مسیحی برادری کی ترقی میں گہری دلچسپی لیتے تھے۔ ۷۲ - ۱۹۷۱ء میں اُنہیں کچھ عرصہ امریکن یونیورسٹی آف بیروت میں عربی زبان میں مزید مہارت پیدا کرنے اور تقابلِ ادیان کے مطالعہ کا موقع حاصل ہوا۔ جب واپس آئے تو "المشیر" کے اداریوں ("شعلہ و شبنم") اور مضامین کی شکل میں بیروت کی یادیں تازہ کرتے رہے۔ بیروت کے نواح میں "برومانہ" نام کی ایک آبادی ہے جس میں "ورلڈ کونسل آف چرچز" کے زیرِ اہتمام مسلم - مسیحی مکالمے کی ایک نشست ہوئی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تھی (۱۲ - ۱۸ جولائی ۱۹۷۲ء)۔ اُنھوں نے "المشیر" کے لیے اِس نشست کی کارروائی قلمبند کی اور مسلم - مسیحی روابط کے بارے میں اپنے خیالات اِن الفاظ میں پیش کیے:

ضرورت اس امر کی ہے کہ خداتعالیٰ کی اطاعت کرتے ہوئے اہلِ اسلام اور مسیحی فہم و تفہیم کے نئے طریقے تلاش کریں اور ایک دوسرے سے رابطہ اور اتحاد پیدا کریں۔ ہمارا یہ مقصد ہرگز نہیں کہ ہم دیگر مذاہب سے صرفِ نظر کریں یا ان کے برخلاف ایک محاذ قائم کریں۔ تاریخ کے اس موڑ پر کچھ اُمور ایسے نظر آتے ہیں جو اہلِ اسلام اور مسیحیت کے مکالمات کو ضروری گردانتے اور زمانہ مستقبل میں اُنھیں جاری رکھنے کی جرات دلاتے ہیں۔ اس ضمن میں مندرجہ ذیل اُمور غور طلب ہیں۔

(۱) بعض تاریخی بنیادیں اسلام و مسیحیّت میں ایک دوسری سے پیوست ہیں۔ اگرچہ گزشتہ صدیوں میں ان میں سخت تصادم ہوئے، تاہم ہر دو مذاہب کی جڑیں ایک دوسرے کے قریب ہیں۔

(۲) ہر دو مذاہب میں پیغمبرانہ روایات پائی جاتی ہیں۔ ہر دو مذاہب کے ایمانداروں میں ذاتی اعتقاد کو پسند کیا جاتا ہے۔ خدا کی طرف سے مقرر شدہ حدود سے تجاوز کرنے پر اعتراض کا جواز تلاش کیا جاتا ہے۔

(۳) ہر دو مذاہب میں تسلیم کیا جاتا ہے کہ روحانی اور دنیاوی اُمور خدا سے گہرا رشتہ رکھتے اور اس کے احاطۂ اختیار میں ہیں، اس لیے سیاسی اور معاشی معاملات پر سنجیدگی سے سوچا جاتا ہے۔

(۴) دورِ حاضر میں دُنیا کے لوگوں کا، بالخصوص طلباء، پناہ گزینوں اور نقلِ مکانی کرنے والوں کا ایک دوسرے سے امتزاج ہو رہا ہے۔ مل جل کر زندگی بسر کرنے، روحانی ثقافت اور مذہبی تعلیم کے نئے نئے طریقے تلاش کرنے کے سلسلے میں اہلِ اسلام اور مسیحیوں کی ذمہ داریاں بڑھ گئی ہیں۔

(۵) اب جبکہ نئی تہذیب کے ہاتھوں خدا پر ایمان زائل ہوتا جا رہا ہے، اہلِ اسلام اور مسیحیوں پر واجب و لازم ہے کہ وہ یقین انگیز طریقوں سے اسے ازسرِ نو بحال کریں۔

"کرسچین سٹڈی سنٹر" سے فعال وابستگی کے زمانے (تا ۱۹۸۶ء) میں اُنھوں نے "المشیر" کی ادارت کے ساتھ جن دینی و علمی یا مناظرانہ موضوعات پر قلم اٹھایا، اِن میں "تصدیق الکتاب"، "انجیل برنباس" اور "شکست آئینہ تثلیت" (مولانا کوثر نیازی کی کتاب "آئینہ تثلیت" کی تردید)، "مکاشفہ: تاریخی تناظر میں" اور "کلمتہ اللہ" اہم ہیں۔ یہ تمام تحریریں زیادہ تر، بالاقساط "المشیر" میں شائع ہوئی ہیں۔ اِس کے ساتھ ساتھ سنٹر اور تھیولاجیکل سیمینری گوجرانوالہ میں تدریس کے فرائض بھی انجام دیتے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

رہے ہیں۔ پاکستان کی مسیحی برادری کو پھلتا پھولتا اور ہر لحاظ سے آگے بڑھتا دیکھنے کی خواہش رکھتے تھے۔ اُن کے الفاظ میں پاکستانی کلیسا کو "اِس ملک میں روشنی کے مینار کی طرح ہونا چاہیے۔ اسے اپنے ہم وطنوں کو اخلاقی اور روحانی اعتبار سے --- مشعلِ راہ دکھانے کی قدرت رکھنا چاہیے --- [مسیحیوں کو] ہر شعبہ زندگی میں مثالی کردار ادا کرنا چاہیے۔"

طویل عرصہ اُردو زبان وادب کی تدریس سے وابستہ رہنے، نیز وطنِ عزیز میں اُردو کی قومی حیثیت کے پیشِ نظر اُنہیں اس زبان سے بڑی محبت تھی، گو اُن کی مادری زبان پنجابی تھی۔ اپنے مضامین اور گفتگو میں خوبصورت اُردو بولنے اور لکھنے پر زور دیتے تھے۔ اس تعزیتی نوٹ، جو ذرا طویل ہو گیا ہے، کے خاتمے پر اُردو زبان میں مضمون نگاری کے حوالے سے اُن کی ایک تحریر کا اقتباس نقل کیا جائے گا۔ ذاتی طور پر یوسف جلیل بڑے منکسر اور سادہ مزاج کے مالک تھے۔ طبعاً درویش مزاج تھے اور تصوّف کا مطالعہ اُن کی پسندیدہ دلچسپی تھی۔ علم وادب کے متلاشی تھے، یہ اُن کی علمی لگن ہی تھی کہ عمر میں اپنے سے چھوٹوں سے کے ساتھ بھی طالب علمانہ انداز میں گفتگو کرتے تھے۔

۱۹۸۶ء کے لگ بھگ ریاست ہائے متحدہ امریکہ چلے گئے جہاں اُن کے صاحبزادے مقیم تھے۔ امریکہ جانے کے بعد پاکستان کی علمی دُنیا سے کٹ گئے تھے، اور کسے معلوم تھا کہ اُسی خطّے میں ہمیشہ کی نیند سو جائیں گے۔ اب آخر میں اُردو زبان وادب میں مضمون نگاری کے بارے میں اُن کی ایک تحریر کا اقتباس:

اُردو زبان پاکستانی تہذیب، پاکستانی ثقافت اور پاکستانی علم وادب کا آئینہ ہے۔ یہ اس اسلامی معاشرے کی ترجمانی کرتی ہے جس نے برصغیر میں جنم لیا۔ یہ اسلامی دینیات کی عکاسی کرتی ہے۔

فارسی کی حلاوت وشیرینی، مٹھاس، لوچ اور نزاکت وحسن ادا اس کا رُخ دلکش ہے۔ عربی کا جلال، شان وشکوہ اور وسعت وسطوت اس کی آواز دلربا ہے۔ ہندی کی سادگی اور روانی، شستگی اور ترنم اس کی رفتار ہے اور پرتگالی وانگریزی کے الفاظ اس کے رخِ انور کے خال اور تل ہیں۔

معجون مرکب ہونے کی وجہ سے اس میں وسعت وجامعیت کی شان پیدا ہو گئی ہے۔ اس میں ہر قسم کے خیالات ونظریات بیان کیے جاسکتے ہیں۔ ہر قسم کی تقریر وتحریر کے لیے اس کا دامن بہت وسیع ہے۔ یہ وہ بحر ہے جس کی تہ میں اُونچے اُونچے پہاڑ، خوب صورت موتی، صدف، گھونگے مختلف قسم کے نباتات اور قسم قسم کے حیوانات ہیں۔

پاکستان وجود میں آیا تو اُردو کی اہمیت اور بھی بڑھ گئی۔ اسے سرکاری زبان قرار دیا گیا۔ فکر معاش کے سلسلے میں ہندوستانی اور پاکستانی یورپین ممالک میں گئے تو اُردو کو ایک اور میدان ملا۔ انگلینڈ میں کئی اُردو اخبار اور کئی اُردو رسالے شائع ہونے لگے۔ بعض غیر ممالک کے ریڈیو اسٹیشن خبریں اُردو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

زبان میں نشر کرنے لگے۔ یورپ اور امریکہ و کینیڈا کی بعض یونیورسٹیوں نے اُردو کو عربی، فارسی اور ترکی کی طرح حصول معلومات کے لیے ضروری خیال کر کے اس کی تعلیم و تدریس شروع کر دی۔

ان تمام اُمور کو دیکھ کر ماننا پڑتا ہے کہ وہ کلیسیا جس کی تشکیل خدا نے ملک پاکستان میں کی ہے، اس کے افراد پر اُردو میں دسترس و کمال پیدا کرنا کس قدر واجب ولازم ہے۔ زبان کی محبت ہی ہے جو حبِ وطن، حبِ قوم اور حبِ معاشرہ و تہذیب پر دلالت کرتی ہے۔ استعداد زبان ہی ہے جو تبلیغ و بشارت کی ساری راہیں کھول دیتی ہے۔ زبان میں اعلیٰ قابلیت رکھنے ہی سے تقریر و تحریر چمک اُٹھتی ہیں، کیونکہ زبان ہی دلکشی، جاذبیت اور حسن پیدا کرتی ہے۔ زبان جادو ہے اور اعجاز، الفاظ کا تقدم و تاخر، فقروں کی ترکیب و ترتیب، صحیح تلفظ اور الفاظ کا حسن ادا، مضمون کی ادائیگی، آواز کا جوش و خروش اور جملوں کی تراش خراش تقریر و تحریر کو بامِ ثریا تک پہنچا دیتی ہے۔

لیکن اگر مضمون نگار اور تقریر کرنے والے کے پاس کوئی پیغام، کوئی مضمون اور کوئی اچھوتا خیال نہ ہو تو آواز کا زیر و بم خالی زور و شور اور فقروں کی تراش خراش اور زباندانی کا کمال، ڈفلی کی آواز، نقال کی چھکار اور خالی ڈھول کی صدائے بے ہنگام ہو گی۔

معلوم ہوا کہ مضمون اور تقریر کو اعلیٰ زبان دانی اور اچھوتے خیالات اور نئے نظریات کا حامل ہونا چاہیے۔ اس مقصد کے حصول کے لیے ضروری ہے کہ تقریر کرنے والے اور مضمون لکھنے والے کا مطالعہ وسیع ہو اور نفسِ مضمون کے لیے خاص تیاری کرے۔ اس کے ساتھ ہی سامعین اور قارئین کا بھی فرض ہے کہ وہ اپنی ذہنی سطح کو بلند و بالا کریں۔ مطالعہ کے عادی ہوں۔ وہ یہ توقع نہ کریں کہ مضمون نگار بلندی سے اُتر کر ان کی پستی میں در آئے۔ وہ اپنے آپ میں مقرر یا مضمون نگار کو سمجھنے کی قابلیت پیدا کریں۔ ادھر تقریر کرنے والے یا مضمون لکھنے والے پر واجب ہے کہ وہ بلاغت کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اپنے سامعین اور قارئین تک پہنچنے کی کوشش کرے۔ وہ الفاظ کی تراش خراش، تلفظ اور حسنِ صوت پر ہی سارا زور صرف نہ کرے، بلکہ موضوع کو حتی الامکان خوب نبھائے۔ ایسا نہ ہو کہ موضوع کے ارد گرد ہی گھومتا رہے اور کام کی کوئی بات نہ کہے۔ الغرض تقریر ہو یا مضمون نگاری ہر دو میں زبان اور موضوع کا حسین امتزاج ہونا چاہیے۔

پاکستان میں مسیحی آزاد ہیں، اس لیے آزادی کے ساتھ ساتھ اُنہیں آزادی کی ساری خوبیاں پیدا کرنا چاہییں۔ انتشار و افتراق، حسد اور کینہ، بددیانتی اور خود غرضی اور فرض کی ادائیگی میں عدم توجہ آزادی کی خصوصیات ہرگز نہیں۔ رفتار و گفتار میں بدسلیقگی اور نشست و برخاست میں بدتمیزی اور اپنی زبان اور اپنے معاشرے کی ترقی میں سستی اور غفلت آزادی کی راہیں نہیں۔ بعض ایسے بھی ہوں گے جو دیدہ و دانستہ غلط اُردو بولیں گے، غلط تلفظ ادا کریں گے، غلط ضرب الامثال بیان کریں گے تاکہ وہ زیادہ انگریزی دان سمجھے جائیں۔ یہ تمام چیزیں غلامی اور غلامانہ ذہنیت پر دلالت کرتی ہیں۔

© rasailojaraid.com